بسم اللہ الرحمن الرحیم
کلمہ طیبہ
انجام غفلت
حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
مکتبہ الجاہد بھیرہ ضلع سرگودھا
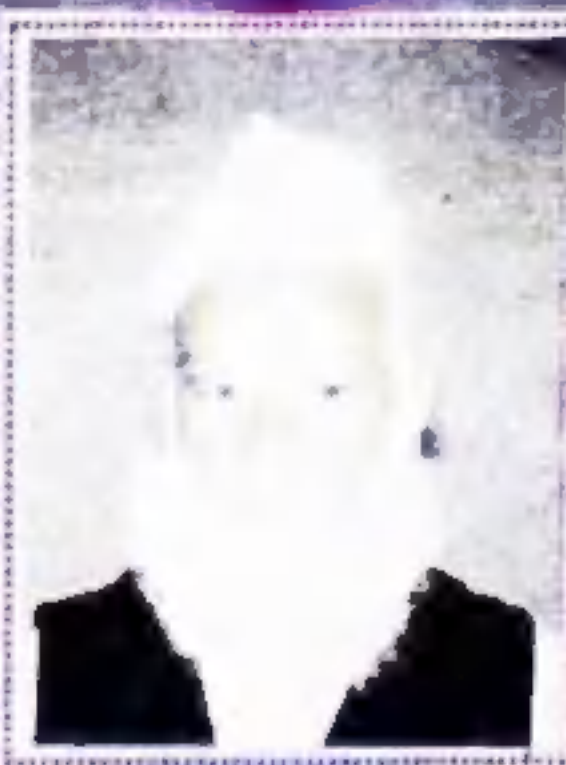
کلمہ طیبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

صدق اللہ العظیم (سورۃ ابراہیم پ۱۳)

کلمہ طیبہ کی حقیقت :

برادرانِ اسلام ! سورۃ ابراہیم کی دو آیتیں ہیں، نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ ایک مشکل اور پیچیدہ حقیقت کو ایک مثال دے کر سمجھاتے ہیں۔ کیونکہ جو بات مشکل ہوتی ہے آسانی سے سمجھ نہیں آتی۔ استاد اس کی مثال پیش کر کے سمجھاتا ہے۔ اپنے طلبا کو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بھی ایک مشکل بات کو، ایک پیچیدہ مسئلے کو سمجھانے کے لئے ایک مثال ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ حقیقت سب پر آشکارا ہو جائے، عیاں ہو جائے، سارے لوگ اس کو سمجھ لیں۔ خواہ وہ ذہین ہوں، خواہ وہ کند طبع ہوں خواہ وہ عالم ہوں یا ان پڑھ ہوں تاکہ ہر ایک کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے وہ کون سی حقیقت ہے، وہ کلمہ طیبہ کی حقیقت ہے کہ کلمہ طیبہ کیا

چیز ہے ؟ اس کی حقیقت کیا ہے ؟ اس کے اثرات کیا ہیں ؟ اسکی برکات کیا ہیں ؟ اس کا ذکر اللہ تبارک وتعالے ایک مثال دے کر بیان فرماتے ہیں ۔ ارشاد فرمایا ۔

کلمہ طیبہ کی ایک مثال

الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ "

کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو اللہ تبارک وتعالیٰ کس طرح مثال بیان کر رہا ہے کلمہ طیبہ کی مثال بیان کر رہا ہے کہ کلمہ طیبہ کو یوں سمجھو ۔ جس طرح ایک شجرہ طیبہ ، ایک پاکیزہ درخت ہوا کرتا ہے ، جو خوبیاں ، جو صفات ، جو کمالات ، جو محاسن اس میں پائے جاتے ہیں ۔ بعینہ اسی طرح کی صفات ، اسی طرح کی خصوصیات کلمہ طیبہ میں ہیں ۔ اللہ پاک اس شجرہ طیبہ کی خصوصیات بیان کرتے ہیں کہ شجرہ طیبہ آپ کس کو کہتے ہیں ؟ کس درخت کو ہم پاکیزہ درخت کہہ سکتے ہیں ۔

ارشاد فرمایا ۔ کلمہ طیبہ کی مثال ایک شجرہ طیبہ کی مانند ہے ، اصلھا ثابت اس کی پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کی جڑیں بہت گہری چلی گئی ہیں ۔ اس کی جڑیں تحت الثریٰ تک پہنچی ہوئی ہیں ۔ سنتے ہیں جس درخت کی جڑیں سے اوپر اوپر ہوں ، جس درخت کی جڑیں مضبوط اور پختہ نہ ہوں ، ایک تو یہ ہوتا ہے ، کہ وہ پائیدار نہیں ہوتا ۔ کچھ مہینوں کے بعد وہ خود بخود خشک ہو جاتا ہے ۔ آپ اسے کھاد دیتے ہیں ، پانی دیتے ہیں ، پہرے کرتے ہیں ۔ جس چیز کی جڑیں اوپر اوپر ہوں گی وہ خود بخود خشک ہو جائے گا ۔ آپ خواہ کتنی بھی کوشش کریں ، گندم کا بوٹا ہے اس کی جڑیں اوپر اوپر ہوا کرتی ہیں آپ اس کو بہترین قسم کی کھاد ڈالیں اور اسے بروقت پانی دیں ، آپ اسے پہرے کریں ، ہر قسم کے کیڑوں مکوڑوں سے اس کا بچاؤ کریں ، جب بیساکھ کا مہینہ آئے گا ، اس کا وہ رنگ بدلنا شروع ہو جائے گا اور جب بیساکھ گذر جائے گا وہ پودا سوکھنا شروع ہو

جل جائے گا اور جب بیساگھ گذر جائے گا اس مہینے میں آپ کاٹ لیں تو کاٹ لیں اگر نہ کاٹیں جیٹھ کا مہینہ آجائے، ہاڑ کا مہینہ آجائے تو وہ خود بخود زمین بوس ہونا شروع ہو جائے گا، کوئی سہارا، کوئی خوراک، کوئی قوت کوئی چیز اس کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ کیونکہ اس کی جڑیں بھی چھوٹی ہیں اس کی جڑیں زمین کے اوپر اوپر ہیں، تو جس چیز کی جڑیں اوپر اوپر ہوتی ہیں، اس کی عمر بھی بہت کم ہوتی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالٰی فرماتے ہیں "اصلها ثابت"، یہ کلمہ طیبہ ایسا درخت نہیں ہے جس کی جڑیں گہری نہ ہوں، زمین کی اوپر والی سطح تک ہی محدود ہوں کہ کچھ وقت گزرنے کے بعد خود ہی اس پر خزاں کے آثار نمودار ہو جائیں، خود ہی اس کی رنگت بدل جائے، خود ہی اس کی تازگی خشک ہو جائے خود ہی زمین بوس ہو جاتے، یہ ایسا درخت نہیں ہے بلکہ یہ کیا ہے

"اصلها ثابت"، اس کی جڑیں زمین میں بہت گہری ہیں، تحت الثریٰ تک چلی گئی ہیں، اور جس درخت کی جڑ گہری ہوا کرتی ہے وہ کبھی خشک نہیں ہوا کرتا، صحراؤں میں چلے جائیے جہاں بارش نہیں برستی ہے، جہاں ندی نالے کا پانی مہیا نہیں ہوتا، جہاں کوئی کنواں نہیں ہوتا، جہاں کوئی وسائل نہیں ہوتے، جو درخت آپ وہاں دیکھیں وہ آپ کو سرسبز و شاداب نظر آئیں گے تو اس کا نتیجہ کیا ہے؟ وجہ کیا ہے؟ کہ ان کی جڑیں بہت گہری ہیں اور گہری جڑیں نیچے سے پانی حاصل کر کے اپنی زندگی اور اپنے شباب کو برقرار رکھتی ہیں، لیکن وہ درخت گہرا نہیں ہوتا وہ خود حوادثات دھر کی نذر ہو جایا کرتا ہے اور جس درخت کی جڑیں گہری ہوا کرتی ہیں، جتنی گہری ہوں گی اتنا ہی وہ دیرپا ہو گا، جتنی گہری ہوں گی موسمی حوادثات کا آسانی سے مقابلہ کر سکے گا، جتنی ہی اس کی جڑیں گہری ہوں گی وہ اتنا ہی خشکی کو برداشت کر سکے گا۔

کلمہ طیبہ کی پہلی خصوصیت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی ایک خصوصیت تو یہ بیان فرمائی کہ اسکی مثال شجر طیبہ کی ہے جس کی جڑیں بہت گہری ہیں "اصلہا ثابت"، کلمہ طیبہ جب ایسا درخت ہوا جس کی جڑیں بہت گہری ہیں، تو اس کی ایک خصوصیت ہے کہ اس پر کبھی خزاں نہیں آسکتی، مصائب و آلام کی کوئی آندھی اس کو اکھیڑ نہیں سکتی۔ تکلیفیں آپ اسے پہنچائیں، ظلم کی انتہا کر دیں، جہاں لا الہ الا اللہ کا درخت لگ جایا کرتا ہے، وہ جان تو دے سکتا ہے مگر اس درخت پر خزاں نہیں آنے دیتا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں "اصلہا ثابت"، کیونکہ کلمہ طیبہ کی خصوصیت یہ ہے کہ جب دل میں جڑ پکڑ لیتا ہے جب ذہن اسکو قبول کر لیتا ہے، جب روح میں یہ رچ بس جاتا ہے، تو دنیا کا کوئی انقلاب، کوئی زلزلہ، دنیا کا کوئی طوفان، دنیا کی کوئی آندھی، اس کو گرا نہیں سکتی۔ اسے اکھیڑ نہیں سکتی، یہ تمام حوادثات دھر کا مقابلہ سینہ تان کر کیا کرتا ہے، آپ نے ہم نے سینکڑوں نہیں، ہزاروں ایسی مثالیں سنی ہیں، پڑھی ہیں کہ جن کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی زبانِ پاک سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سبق پڑھایا تھا، جن کے دلوں کی زمین میں کلمہ توحید کا بیج نبی مکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لگایا تھا، ان پر کتنی تکلیفیں آئیں، جنہیں کن کن مصائب و آلام کا مقابلہ کرنا پڑا۔

لیکن کوئی مثال ایسی نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی جان بچانے کیلئے، اپنا مال بچانے کیلئے، اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے لیے یا آرام حاصل کرنے کے لیے دین کے اس رشتے کو، اس تعلق کو چھوڑ دیا ہو، اور پھر کفر کی طرف لوٹ گئے ہوں، تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی بلکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

نے جو لا الٰہ الا اللہ کا بیج لگایا، اس سے جو تن آور درخت پیدا ہوا وہ ہماری روح میں بس گیا، وہ ہمارے ذہن میں رچ گیا، ہمارے قلب کی گہرائیوں تک اس کی جڑیں پہنچ گئیں اور جس درخت کی جڑیں گہری اور پختہ ہوا کرتی ہیں اس کو حوادثات کی آندھیاں گرا نہیں سکتیں۔

سیدنا فاروق اعظم اور نور قرآن

آپ نے سنا ہوا ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ ابھی نہ فاروق اعظم تھے، نہ رضی اللہ عنہ تھے، ابھی صرف عمر بن خطاب تھے، ابھی دنیا ان کو یہ کہہ کر یاد کرتی تھی کہ وہ خطاب کا بیٹا ہے، اس کا عمر ہے، کفر کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا

اللہ کی عداوت کا آتش کدہ ان کے سینے میں دھکتا رہتا ہے۔ ان کی ساری کوششیں، ان کی ساری کاوشیں، ان باتوں پر مرکوز تھیں کہ دین کے جھنڈے کو ہم سرنگوں کر دیں، اس دین کی شمع کو ہم گل کر دیں، اور یہ جو دعوتیں لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ہیں، اس کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں۔ انہوں نے بڑی کوششیں کیں، لیکن دین میں ہر وقت اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا کہ آج فلاں مشرف بہ اسلام ہو رہا ہے، آج فلاں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر ان کا کلمہ پڑھ رہا ہے ہر روز اور ہر رات اسلام کے ماننے والوں میں اضافہ ہوتا رہا اور نہ ماننے والوں کی عداوت کا جذبہ تیز سے تیز تر ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ انہوں نے ایک دن یہ فیصلہ کیا کہ اس شخص کو ختم کر کے رکھ دوں گا، میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا، اگر یہ زندہ رہا تو ہمارے خداؤں کی بادشاہی، ہمارے خداؤں کی خدائی کا تختہ الٹ جائے گا اور ایک وقت آئے گا جب ان کا کوئی نام لینے والا نہیں ہو گا تو اس وقت کے آنے سے پہلے میں یہ آخری قدم اٹھانا چاہتا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے ارادے

سے وہ گھر سے نکلتے ہیں ، ننگی تلوار گلے میں لٹک رہی ہے غصے اور ناراضی کے آثار چہرے پر نمودار ہو رہے ہیں گلی سے گذر رہے ہیں کسی نے پوچھا عمر کدھر غصے سے طوفان بنے ہوئے بھاگتے جا رہے ہو انہوں نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ اس شخص نے ہمیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے ہمارے خداؤں کی عظمت کا چاند اس کی آمد سے گہنا رہا ہے جب تک میں اسکو ختم نہ کر لوں اس کی زندگی کا چراغ گل نہ کر دوں اس وقت تک مجھے چین نہیں آج میں آخری اقدام کے لئے آ رہا ہوں اور یہ تلوار میں نے اس لئے لے لی ہے کہ اس ذاتِ پاک کی زندگی کا خاتمہ کر کے جو سارے عالم کی زندگی باعث ہے

تو اس نے کہا تم عجیب آدمی ہو تمہاری نادانی کی کوئی حد بھی ہے تم اس کو شہید کرنے کیلئے جا رہے ہو تمہاری بہن اس کا کلمہ پڑھ چکی ہے وہ اس کی غلام بن چکی ہے وہ اس کے دست مبارک پر بیعت کر چکی ہے پہلے اپنے گھر کی خبر لو تب ان کی طرف قصد کرنا جب انہوں نے سنا کہ میری بہن لات و عزیٰ کو چھوڑ کر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا پر ایمان لا چکی ہے تو ان کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی اپنی بہن کے گھر کی طرف لوٹے دیکھا کہ دروازے بند ہیں اور اندر سے گنگنانے کی آواز آ رہی ہے آپ نے زور سے دستک دی ،

سہم گئیں فاطمہ آواز دی میں عمر ہوں دروازہ کھولو ، وہ اپنے استاد سے قرآن کریم پڑھ رہی تھیں سنا کہ عمر آ رہا ہے اور وہ کفر اور شرک کی آلودگی سے ابھی ملوث ہے تو اس اندیشہ سے کہ مبادا ! وہ کافر اس پاک خدا کے کلام کو ہاتھ لگائے یا اس کی بے ادبی کرے انہوں نے اسے غلاف میں لپیٹا اور اونچی جگہ پر رکھ دیا تاکہ اُن کا ہاتھ وہاں تک نہ پہنچے

عمر داخل ہوئے پوچھا کیا کر رہی تھی اس نے کہا کچھ نہیں ٹال مٹول کرنا چاہا عمر کہتے ہیں کہ میں نے سُن لیا ہے مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم مسلمان ہو گئی ہو ما

شروع کر دیا۔ عمر کا ہاتھ اور وہ ایک صنفِ لطیف، بار بار کر جسم کے اندر سے خون کی ندیاں بہنے لگیں۔

لیکن آپ نے فرمایا کہ اے عمر تم میری جان تو نکال سکتے ہو لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے دل سے نہیں نکال سکتے۔

اصلہا ثابتٌ، جب ایمان کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں جب اس درخت کی جڑیں تحت الثریٰ تک پہنچ جایا کرتی ہیں، تو مصائب و آلام کی تکالیف و تعذیب کی کوئی آندھی اور طوفان اس کو اکھیڑ نہیں سکتا، اس کو ساقط نہیں کر سکتا "اصلہا ثابتٌ"۔

حضرت بلال اور عشقِ خدا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جب بار بار دھکتے ہوئے انگار دل پر لٹایا جاتا۔ آپ کے ہوش اڑ جایا کرتے تھے، لیکن بے ہوشی کی حالت میں بھی آپ کی زبان سے یہی نکلتا تھا

اَحَدٌ، اَحَدٌ، جس خدا کو میں نے مانا ہے وہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے، اس کا کوئی ند نہیں ہے، اسکی کوئی ضد نہیں ہے

تو اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اے میرے بندو!

تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں کلمہ طیبہ کی حقیقت کو کس طرح تمہارے سامنے عیاں کر رہا ہوں، کس طرح اس کی حقیقت کو تمہارے سامنے واضح کر رہا ہوں، اور وہ بھی ایک مثال دے کر، فرمایا کلمہ طیبہ کی مثال ایسی ہے جس طرح کہ ایک پاکیزہ درخت اور پاکیزہ درخت کی وہ تین صفات اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائی ہیں

ایک تو یہ کہ اس کی جڑیں گہری ہیں، یہ لاالٰہ الا اللہ کا۔

شجرہ طیبہ جو ہے اس کا مالی ہے رہبر امحبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور جس کے دِل کی مبارک اور زرخیز زمین میں میرے محبوب نے اپنے دست مبارک سے یہ کلمے کا بوٹا لگایا ہے جس کی جڑیں اس کے رگ و ریشے میں پہنچ گئی ہیں دُنیا کی کوئی طاقت ان کو اکھیڑ نہیں سکتی۔ وہ لوگ پھسلتے ہیں جن کے دِل میں ایمان کی جڑیں پیوست نہیں ہوا کرتیں۔ جنہوں نے دِل کی گہرائیوں سے اس دعوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول نہیں کیا ہوتا۔ وہ کبھی دولت کو دیکھتے ہیں، کبھی عہدہ دیکھتے ہیں، کبھی ڈر کر، کبھی خوف زدہ ہو کر، کبھی کسی لالچ میں آ کر، کبھی ادھر پھرتے ہیں اور کبھی ادھر پھرتے ہیں۔ لیکن جنہوں نے ایک مرتبہ حقیقت کے روئے زیبا کی ایک جھلک دیکھ لی ہو ان کے بس میں نہیں ہوا کرتا کہ وہ اس نورِ حق کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی طرف متوجہ ہوں

تو کلمہ طیبہ کی پہلی خصوصیت یہ ہے

"اصلها ثابتٌ" کہ جس کے دِل میں کلمہ طیبہ کا بوٹا جڑ پکڑ لیتا ہے، پھر انسان کی جان تو قربان ہو سکتی ہے، سر کٹایا جا سکتا ہے، جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرائے جا سکتے ہیں۔ لیکن وہ ہاتھ جس نے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر کلمہ طیبہ کا معاہدہ کر لیا ہے وہ معاہدہ نہیں بھول سکتا۔ اس کی ایک نہیں ہزاروں، لاکھوں مثالیں آپ نے دیکھی بھی ہیں اور سنی بھی ہیں۔

کلمہ طیبہ کی دوسری خصوصیت

اللہ تعالیٰ نے شجرہ طیبہ کی دوسری خصوصیت یوں بیان فرمائی:

"اصلها ثابتٌ وفرعها فی السماء" اس کی جڑیں جو اتنی گہری ہیں، تو اس کی شاخیں بھی چھوٹی نہیں ہیں، مختصر نہیں ہیں۔ "وفرعها فی السماء" شاخیں آسمانوں کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں۔ جب اس کی شاخوں کی یہ کیفیت ہے کہ "فرعها فی السماء"

تو درخت جتنی اس کی جڑیں پختہ ہوں گی، جڑ جتنی گہری ہو گی، جتنی اس کی شاخیں زیادہ ہوں گی، جتنی اس کی ٹہنیاں زیادہ ہوں گی، اتنا اس پر پھل زیادہ لگے گا۔ اتنا ہی اس کا سایہ بھی گھنا ہو گا اور اس کے نیچے آکر ستانے والے آرام محسوس کریں گے۔

دوسری اللہ تبارک و تعالےٰ نے یہ خصوصیت بیان کی کہ اس کی شاخیں بے ٹنڈ منڈ نہیں ہیں، چند شاخیں نہیں ہیں، کہ نہ ان کا سایہ ہو، نہ ان کے نیچے کوئی پناہ لے سکے، نہ کسی کو سکون نصیب ہو سکے، نہ وہاں کوئی جگہ ہو کہ کوئی پھل لگ سکے۔ اسکی شاخیں تو پھیلتی پھیلتی آسمانوں کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ آسمان کی بلندیاں کیا ہو سکتی ہیں، عرش کی بلندیاں بھی کلمہ طیبہ کے شجر طیبہ کی بلندی کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں

"واصلها ثابت وفرعها في السماء" اس کی ٹہنیاں کہاں تک پہنچی ہوئی ہیں، آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں، جس درخت کی شاخیں پھیل کر آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہوں کہ اس کے سایہ کا اندازہ آپ لگائیں، اس کے گھنے ہونے کا اندازہ لگائیے اور اس پر پھل اور پھول لگنے کے جو بے شمار امکانات ہیں، ان کا اندازہ کیجئے، تب آپکو پتہ چلے گا کہ کلمہ طیبہ کی کیا حقیقت ہے

کلمہ طیبہ کی تیسری خصوصیت

اللہ تعالےٰ، وہ قادر کریم، وہ حکیم، وہ خالق مطلق، جو ہر چیز کا خالق بھی ہے اور ہر چیز میں حسن بھی اور حسن حسنین بھی ودیعت کرنے والا ہے وہ ارشاد فرماتا ہے

"تعطي اكلها كل حين باذن ربها"

دنیا میں باغات ہیں، دنیا میں پھل دار درخت ہیں، کسی میں سال میں ایک بار پھل لگتا ہے، کسی میں دوسرے سال پھل لگتا ہے، کسی میں ایک سال زیادہ پھل لگتا ہے دوسرے سال کم، کبھی وہ کچا ہی گر جاتا ہے، کبھی اس کو بیماری لگ جاتی ہے، وہ سوکھ جاتا ہے، اس پر داغ لگ جاتا ہے اور پھر کسی کے استعمال کے قابل ہی نہیں رہتا

لیکن کلمہ طیبہ کا جو پاکیزہ درخت ہے، اس کے پھل کی شان الگ ہے

"تعطی اکلها کل حین باذن ربها"، اس کی شاخیں بارہ مہینے اللہ تعالیٰ کے اذن سے پھلوں سے پھولوں سے لدی رہتی ہے

"تعطی اکلها کل حین باذن ربها"، پورا سال اس کلمہ طیبہ کے شجر کی ہر شاخ پھلوں سے، پھولوں سے لدی رہتی ہے، کہیں خوشبو آرہی ہوتی ہے، کہیں رنگت آنکھوں کو فرحت بخش رہی ہے، کہیں میٹھے، لذیذ اور صحت بخش پھلوں کی فراوانی سے تن و دھن کی ضیافت کا سامان مہیا کر رہی ہے

"تعطی اکلها کل حین باذن ربها"

جس درخت پر سال میں ایک مرتبہ پھل لگتا ہے، کہیں نقصان ہو جاتا ہے، لیکن ایمان کا درخت تمام نقائص سے پاک ہے، نقصانات سے بلند تر ہے، وہاں نہ موسم کی قید ہے نہ وہاں بیماری کا گزر ہے؛

"تعطی اکلها کل حین باذن ربها"

فلسفہ ایصالِ ثواب

ہر وقت پھلدار ہے، ہر وقت کا کیا مطلب ہے؟ ہر وقت پھلدار رہنے کی مختصر تشریح یہ ہے کہ جب تک آپ اس دنیا پر رہیں گے، اس وقت بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا درخت آپ کو پھل دیتا رہے گا اور جب یہاں سے انتقال کریں گے آپ قبر میں تشریف لے جائیں

گے اور قبر میں ڈیرا ڈال لیں گے۔ تو وہاں بھی اس درخت کا پھل آپکو ملتا رہے گا اور جب میدان حشر میں آپ حاضر ہوں گے پھر بھی اس درخت کا ٹھنڈا سایہ آپ پر سایہ فگن ہوتا رہے گا

"تعطی اکلھا کل حین باذن ربھا"

ہر وقت، ہر گھڑی، ہر آن، اس کا پھل تیری ضیافت طبع کے لئے حاضر اور موجود ہے۔ کوئی وقت ایسا نہیں، کوئی گھڑی ایسی نہیں جبکہ وہاں پھلوں کی کمی ہو۔

یہ جو ہم (جو آدمی مر جاتا ہے) اس کے لیے صدقہ وخیرات کرتے ہیں، اس کیلئے قرآن کریم کا ختم کرتے ہیں، کلمہ شریف کا لاکھ نکالتے ہیں، درود شریف کا لاکھ نکالتے ہیں اور طرح طرح کی چیزیں کرتے ہیں، تاکہ اس کا ثواب اسے ملے۔

یہ ہمارا اہلسنت کا دستور ہے ناں؟ کرتے ہیں ناں آپ بھی؟

اعتراض

ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ سب تم فضول کرتے ہو، یہ تمہاری ساری باتیں لایعنی ہیں، انکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ سب قرآن کے خلاف ہیں کیونکہ قرآن تو کہتا ہے۔

"لیس للانسان الا ما سعی"

ترجمہ: اس انسان کو اسی چیز کا اجر ملے گا، اسی چیز کا ثواب ملے گا، اسی چیز کا بدلہ ملے گا، جو عمل اس نے خود کیا ہے

وہ یہ پڑھ کر ہمیں ڈراتے ہیں کہ یہ قوم نے سوانگ رچا رکھا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ سب لایعنی ہیں۔

قرآن یہ کہتا ہے (قرآن سے بڑھ کر سچی کون سی کتاب ہو سکتی ہے) کہ

"لیس للانسان الا ما سعیٰ"

جس کا معنی یہ ہے کہ کسی انسان کو کوئی ثواب نہیں ملے گا، کوئی اجر نہیں ملے گا، کوئی صلہ نہیں ملے گا مگر جس کے لئے اس نے خود کوششیں کی ہیں یعنی جو نمازیں اس نے خود پڑھی ہیں، اس کا ثواب تو اسے ملے گا، جو روزے اس نے خود رکھے ہیں، جو صدقات اس نے خود کیے ہیں، ان کا ثواب اسے ملے گا، لیکن جو آدمی اس دنیا سے چلا جاتا ہے اس کا بیٹا یا کوئی انسان اس کے لئے صدقات، قرآن خوانی وغیرہ کرتے ہیں، یہ سب لایعنی ہیں، ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس قسم کی تفسیریں کرنے والے اور تقریریں کرنے والے خواہ مخواہ پریشان کرتے ہیں۔

مجھے آپ سے یہ عرض کرنا ہے کہ اللہ کے قرآن پر ہمارا ایمان ہے۔ یہ سچ ہے کہ "لیس للانسان الا ما سعیٰ" کہ انسان کے لئے وہی ہے جسکی اس نے کوشش کی ہے۔

جواب

پہلے تو میں ان حضرات سے یہ پوچھتا ہوں کہ ایک آدمی بہترین نرسری سے آم کا ایک پودا لاتا ہے اس پودے کو آکر لگاتا ہے

جب وہ پودا لایا گیا:

۱۔ کیا اس کے ساتھ شاخیں اور ٹہنیاں تھیں

۲۔ کیا اس پر آم کا بور تھا

۳۔ کیا آم کا پھل تھا

کچھ بھی نہ تھا صرف ایک چھوٹا سا پودا تھا ایک شاخ تھی، لیکن جب وہ شاخ سی آکر لگائی اور وہی شاخ جب بڑھی اور بڑھنے کے بعد وہ برگ و بار لائی، اسکی ٹہنیاں بڑھیں، اس کا تنا موٹا ہوا، موسم آیا، اس پر پھول لگا

وہ پھول جو امبیوں میں تبدیل ہوا، امبیوں سے چھوٹے آم بنے، یہاں تک کہ وہ پختہ ہو گئے۔

اب کوئی شخص یہ کہے کہ ان آموں کے ساتھ اُس پودے کا کوئی تعلق نہیں، ان کا کوئی چچا لگتا ہے، یہ تیری چھوٹی سی وہ ٹہنی ہے تو جو لے آیا تھا باقی کے ساتھ تیرا کوئی تعلق نہیں ہے، یہ آم تیرے ہیں نہ یہ لمبی لمبی شاخیں تیری ہیں، نہ یہ ٹہنیاں تیری ہیں، اس آم کے پودے پر جو پھل لگا ہوا ہے اس کے ساتھ تیرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ چونکہ تیرا عمل تو صرف اتنا ہے کہ تو ایک ٹہنی لے آیا اور اس کو یہاں لگا دیا باقی تیرے کام میں کسی محنت کا کوئی دخل نہیں۔

تو کیا آپ اس کو عقل مند کہیں گے۔

آپ کہیں گے کہ پودا کس نے لگایا تھا۔

- اس پودے کے جتنے پتے ہیں۔
- اس پودے کی جتنی ٹہنیاں ہیں۔
- اس پودے کی جتنی شاخیں ہیں۔
- اس پودے کے جتنے پھول ہیں۔
- اس پودے کے جتنے پھل ہیں۔

سب اسی کے ہیں جس نے وہ ٹہنی لگائی تھی۔ اب ہمیں کوئی یہ آیت پڑھ کر سنائے کہ بھائی ہیں

لیس للانسان الا ما سعیٰ، انسان کے لیے وہ کچھ ہے، جو وہ خود کرتا ہے۔ اس نے جو ایک ٹہنی لگائی تھی اور یہ سارا باقی کا مال جو ہے، تو وہ پھر اس کا نہ ہوا، پھر اس سے چھین کر غریب کر جائے

اگر وہ ٹہنی لگا کر آپ پھل کھا سکتے ہیں اور سب کے مالک ہو سکتے ہیں

تو اس پر اس آیت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

تو کس نہ کسی طرح جب ایک بندہ اپنے دل کی زمین میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ، کا بوٹا لگاتا ہے وہ بوٹا جس کی مثال شجرہ طیبہ کے ساتھ ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا۔

"تعطی اکلھا کل حین باذن ربھا"، جو بارہ مہینے پھل دیتا رہتا ہے یہاں ہو تو اس کا ثواب ملتا ہے گا وہاں حشر کے میدان میں بھی اس کا ثواب تمہیں ملے گا یہ تمہارا اپنا لگایا ہوا پودا ہے جس کا تم پھل کھا رہے ہو، یہ آپ کا اپنا لگایا ہوا پودا ہے جسکو آپ نے گل بہار کیا اور جس کا پھل آپ کھا رہے ہیں۔

تو اگر کافر مر جائے تو اس کے لئے کبھی کسی نے قرآن کریم کا ختم کیا ہے اس کے لئے بھی کبھی کسی نے کلمہ شریف کا لاکھ نکالا ہے، اس کے لئے بھی کبھی کسی نے صدقہ و خیرات دیا ہے، کبھی نہیں دیا۔ کیوں کہ وہاں لا الٰہ الا اللہ کا درخت ہے ہی نہیں جب درخت ہے ہی نہیں تو پھل کہاں سے لگے گا۔ یہ پھل وہاں ہی لگتا ہے جہاں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا درخت ہے۔

یہ سارے ختم، یہ سارے کلمے، یہ سارے لاکھ، یہ ساری چیزیں، یہ پھل ہیں اس درخت کے جو تم نے اپنی زندگی میں لگایا۔ اور جس کی نگہداشت کرتا رہا۔ جس کو تو نے پانی دیا اور سیراب کیا اور شیطان کی دست برد سے بچا کے تو نے اپنے سینے میں محفوظ کیا۔

یہ اسی درخت کے پھل ہیں جو تم اس دنیا میں کھاؤ گے، قبر میں بھی کھاؤ گے، حشر میں بھی کھاؤ گے اور جنت میں بھی تم کھاؤ گے۔ جتنا کسی شخص نے اس درخت کی زیادہ حفاظت کی ہوتی ہے اتنا ہی اس کا پھل زیادہ لگتا ہے جتنا درخت توانا ہوتا ہے، پھل بھی اتنا ہی قوی ہوتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش کا مقام

آپ داتا گنج بخش کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوں تو کوئی قرآن مجید پڑھ رہا ہے، کوئی کلمے کا لاکھ نکال رہا ہے، کوئی درودِ پاک پڑھ رہا ہے کوئی قصیدہ بردہ شریف پڑھ رہا ہے، کوئی کس طرح اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور یہ سب کچھ کر کے کہتا ہے یارب العالمین اس سارے کا ثواب اپنے نبی کریم کی ذاتِ پاک کو پہنچا نے کیبعد اپنے اس مقبول بندے کو پہنچا، میں بھی جانتا ہوں، میں بھی یہ عرض کر رہا ہوں، آپ بھی جانتے ہیں، تو آپ بھی یہی عرض کرتے ہیں، لاکھوں آدمی دن میں آتے ہیں سارے عرض کرتے ہیں حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے جو مقام عطا فرما دیا ہے، اس کا کوئی اندازہ نہیں لیکن جو کلمے کا بوٹا آپ نے لگایا تھا وہ اتنا زیادہ گل بہار ہے، وہاں پھل کی اتنی فراوانی ہے، جس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

اسی طرح جیسے جیسے کسی کا مقام ہوتا ہے اسی طرح اس پر زیادہ پھل لگتا ہے اور جہاں کسی کے ایمان میں کمی اور ضعف ہوا کرتا ہے وہاں کوئی فاتحہ پڑھ دے تو پڑھ دے، نہ پڑھے تو نہ پڑھے، حالانکہ اس بیچارے کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اس نے اپنی زندگی میں اس شجرہ طیبہ کی صحیح طور پر آبیاری نہیں کی تھی، اس کی رکھوالی نہیں کی تھی، اسکی نگہداشت میں کوتاہی کا مرتکب ہوا تھا، اسلیے اس پر پھل بھی کم ہے

اور جنہوں نے اسکی جان دے کر حفاظت کی ان پر پھل بھی زیادہ ہے "تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا" وہ پھل دیتا ہے کس وقت دیتا ہے، بہار میں نہیں، صرف خزاں میں نہیں، صرف گرمیوں میں نہیں، صرف سردیوں میں نہیں "کل حین" ہر گھڑی اس درخت کی شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی ہوتی ہیں، اور لوگوں کو دعوتِ نظارہ دے رہی

ہوتی ہیں!

تو معلوم ہوا یہ ایمان کا درخت وہ شجرہ طیبہ ہے، جس نے اس کو لگایا جس نے اس کی حفاظت کی، اس کی نگہداشت کی نہ اس کو اس دنیا میں کوئی کمی ہے اور نہ ہی قبر میں کوئی کمی ہے۔ اور نہ قیامت کے دن اسے خوف و حزن ہوگا۔ اللہ ہر خوف و حزن سے محفوظ رکھے

قرآن اور صاحب قرآن

اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم ہم زیادہ سمجھتے ہیں یا جس ذات مقدس پر یہ نازل ہوا تھا، وہ زیادہ سمجھتی تھی، آج کے مفسرین اور شیخ القرآن قرآن کریم کو زیادہ سمجھتے ہیں یا سرکار کی وہ ذات جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کلام پاک کو نازل کیا، کون زیادہ سمجھتا تھا؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات زیادہ سمجھتی تھی، کوئی بڑے سے بڑا علامہ، محقق اور کوئی بڑے سے بڑا شیخ القرآن اور شیخ الحدیث اس سمجھ کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ جو افہام قرآن مجید کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اگر کسی کی کوشش سے، کسی کی دعا سے اور کسی کے ایصالِ ثواب سے کسی کو بھلا نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا کام کرتے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "لیس للانسان الا ما سعیٰ" والی آیت یاد تھی یا کہ نہیں؟ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی، ہاں! اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی سن کر آج چودہ صدیاں بعد ہمیں یہ آیت یاد ہو رہی ہے کہ "لیس للانسان الا ما سعیٰ"، اگر اس کا یہی مطلب ہوتا جو آج کل کے خود فریب مولوی صاحبان نے اس کا مقرر کر رکھا ہے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ قرآن کریم نازل ہوا تھا اس کو

زیادہ سمجھ تھی اس قرآن کریم کی ، وہ قطعًا کوئی ایسی بات نہ کرتے جو قرآن کریم
کی کسی آیت کے خلاف ہوتی۔

اُمت کی طرف سے قربانی

آیئے حدیث کی کتابیں اٹھاکر دیکھتے ہیں، بخاری اٹھایئے ترمذی اٹھایئے
مسلم شریف اٹھایئے، ابوداؤد اٹھایئے، اور کوئی کتاب اٹھایئے، وہاں جب
عید الضحیٰ کا باب آپ کھولیں گے تو وہاں آپ کو ہر جگہ یہ حدیث پاک
نظر آئے گی۔

کہ جب قربانی کا دن آیا کرتا تھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم
دو دنبے ذبح کیا کرتے تھے، پہلے ایک دنبے کی قربانی اپنی طرف سے اور
پھر دوسرے دنبے کو جب زمین پر لٹاتے اس کے گلے پر چھری چلانے لگتے
تو سرکار فرماتے۔

"اللّٰھم تقبلہ من فقراء امتی"

یا اللہ! یہ قربانی جو میری امت کے فقیر اور غریب ہیں ان کی طرف
سے دے رہا ہوں ان کی طرف سے تو اسے قبول فرمالے۔ دوسرے دنبے کو
جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم زمین پر لٹاتے تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم
اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کرتے۔

"اللّٰھم تقبلہ من فقراء امتی"

میری امت کے جو فقراء ہیں، میری امت کے جو مساکین ہیں، جن کے
پاس اتنی قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنی جیب سے پیسے نکال کر جانور خرید کر
اس کو ذبح کر سکیں

یارب العالمین! میں تیرا بندہ ہوں، میں تیرا رسول، میں تیرا محبوب
اپنی امت کے ان غریبوں اور مسکینوں کی طرف سے تیری جناب میں یہ قربانی پیش

کر رہا ہوں۔

پتہ چلا کہ دوسری قربانی جو تھی اس کا ثواب کس کو دیا، ان غریبوں کو ملا، ان امتیوں کو ملا، ان مسکینوں کو ملا جنہوں نے پڑھا تھا اپنے محبوب کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، تو معلوم ہوا جو عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اگرچہ اس میں چودھویں، پندرھویں صدی کے غریب کا کوئی حصہ نہیں، لیکن اسکو بھی ثواب مل رہا ہے، چودہ صدیوں میں مشرق و مغرب، شمال و جنوب، عرب و عجم، جہاں بھی کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسکین اور غریب مخلص غلام ہے۔

جب دنیا دار، دولت مند اپنے پیسے سے جانور خرید کر قربانیاں دے کر ثواب لوٹتے ہیں، ان کی طرف سے ان کے آقا نے جو قربانی دی تھی اس کا ثواب اسکے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ تو سنت نے ہمیں یہ بتایا کہ جو عمل کیا جاتا ہے اس سے بھی دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

حضرت علیؓ کا سرورِ عالم کیلئے قربانی دینا

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ قربانی دیتے تو ایک جانور اپنی طرف سے دیتے کہ اس کا ثواب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو پہنچے۔

تو معلوم ہوا جو ہم نیک عمل کرتے ہیں، جو ہم ذکر الٰہی کرتے ہیں، جو ہم ختم قرآن کرتے ہیں، جس کو یہ ثواب پہنچا رہے ہیں، وہ اگر ایمان کی دولت لیکر اس دنیا سے گیا ہوا ہے تو جتنا یہ آپ کو ثواب پہنچائیں گے یہ اس کلمہ طیبہ کے پاکیزہ درخت کا پھل ہوگا، جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا، وہ دیتا

میں بھی پھل دے رہا ہے، قبر میں بھی دے رہا ہے، قیامت میں بھی دے گا، اور جنت میں بھی ہم اس کے پھلوں سے شاد کام ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کی مثال بیان فرماتے ہیں،

"الم ترکیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ"

کہ کلمہ طیبہ کیا ہے؟ کہو ناں! کلمہ طیبہ

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"، اس کی مثال کیا ہے کشجرۃ طیبۃ اس درخت کی مثال ہے جو پاکیزہ درخت ہے جس کی صفات مولا کریم بیان فرماتے ہیں:

"اصلہا ثابت"، اس کی جڑیں بہت گہری چلی گئیں ہیں،

وفرعہا فی السماء اور اس کی شاخیں اور ٹہنیاں آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں،

"تؤتی اکلہا کل حین باذن ربہا"، اور اللہ کے اذن سے ہر گھڑی اور ہر آن اس زندگی میں بھی، برزخ میں بھی آخرت میں بھی، یہ درخت ہمیشہ پر بہار رہے گا، ہمیشہ سدا بہار رہے گا ہمیشہ اس کی ٹہنیاں پھلوں سے لدی رہیں گی

"تؤتی اکلہا کل حین باذن ربہا"

گذارش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شجرہ طیبہ کی حفاظت کرنا کلمہ طیبہ کی نگرانی کرنا، شیطان کی دست برد سے، نفس کی دست اندازیوں سے اس کو بچانا، کسی بیماری سے اس کی حفاظت کرنا، اتنا قیمتی درخت جس کی برکتیں ہماری تینوں زندگیوں تک پھیلتی ہیں، یہ دنیا کی زندگی، برزخ کی زندگی اور پھر آخرت کی زندگی جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے، جو اپنی برکتوں کے سائے میں ہماری ان تینوں زندگیوں کو لیے ہوئے ہیں اس کی خاطر کرنا اسکی

حفاظت کرنا ، اس کی نگہداشت کرنا ہمارے اولین فرائض میں سے ہیں
یہ درخت تروتازہ ہوگا، یہ درخت بیماری سے محفوظ ہوگا، یہ درخت پُربہار
ہوگا، تو اس کا پھل ہم دنیا میں بھی کھائیں گے، قبر میں بھی کھائیں گے، آخرت
میں بھی کھائیں گے۔

مولائے کریم ہمیں اس کلمہ طیبہ کی حفاظت کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے
جس کا بیج سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اپنی امت
کے دلوں میں کاشت کیا ہے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

انجامِ غفلت

ذکرِ خدا سے غفلت کی سزائیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ٥ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ٥ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ٥ (سورۃ طٰہٰ پ ۱۶)

صدق اللہ العظیم

برادرانِ اسلام!

میں نے سورۃ طٰہٰ کی تین آیتیں آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔ اِس میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو، اپنے محبوبؐ کے غلاموں کو ذکر کی ترغیب دے رہا ہے کہ تم میرا ذکر کیا کرو، تم میری یاد کیا کرو، تم میری عبادت سے اپنے لیے سرمایہ سعادت حاصل کیا کرو اور ان لوگوں کے حشر سے اور ان لوگوں کے انجام سے ہمیں تنبیہ کرتا ہے، کہ جو جان بوجھ کر ازراہِ نخوت وغرور اللہ تبارک تعالیٰ کی یاد سے اور اس کے ذکر سے منہ موڑتے ہیں۔ ان کا جو انجام ہوتا ہے اِس دنیا میں ان کو جو سزا دی جائے گی قیامت کے دن انکو مولائے کریم بیان فرماتا ہے اور اس بیان کا مدعا اور مقصد یہ ہے کہ میرے بندے اور میرے محبوبؐ

کے غلام اس راستے پر نہ چلیں جس راستہ پر چلنے کی یہ سزا ہے ان لوگوں کے
طریقہ کار کو اختیار نہ کریں جن کی زندگی ایسی گزرے گی، جن کا انجام کار ایسا ہوگا
تو ان کا ذکر کرنے سے حقیقت میں مقصد یہ ہے کہ اس کے بندے اور اس کے
محبوب کے غلام اس کی یاد کی شمع کو ہمیشہ روشن رکھیں اور پروانوں کی طرح اس
پر قربان ہوتے رہیں، اس پر نثار ہوتے رہیں۔

تارک ذکر اللہ سزا کا مستحق ہے

اللہ تبارک تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

"ومن اعرض عن ذکری" جو شخص میری یاد سے
منہ موڑ لیتا ہے، "من" موصولہ ہے، جو بھی امیر ہو، غریب ہو، عالم ہو، جاہل
ہو، اس کی حیثیت معاشرہ میں کوئی بھی ہو۔ اللہ پاک فرماتے ہیں، یہ کسی کی تخصیص
نہیں ہے، یہ کلمہ بیان کیا جا رہا ہے کہ

"وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ"

جو شخص بھی بڑے سے بڑا امیر ہو، بڑے سے بڑا سیٹھ، بڑے سے بڑے
اعلیٰ خاندان کا فرد، بڑے سے بڑے اعلیٰ عہدے پر متمکن آفیسر، بڑے سے
بڑا وزیر، کسے باشد، سب کے لئے میرا ایک ہی فیصلہ ہے، سب کے
لئے میرا ایک ہی حکم ہے، وہ کیا ہے

"وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ"

جو منہ موڑ لیتا ہے میرے ذکر سے، میری یاد سے، تو میں انہیں وہ
سزائیں دیتا ہوں۔

غور سے سننے کی بات ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے، قرآن کریم
کی آیات ہیں اس سے بڑھ کر اور ہمیں سچی بات کہاں سے ملے گی، اس سے
بڑھ کر ہدایت کا راستہ کون بتائے گا، جو اللہ کی کتاب نے ہماری رہنمائی

فرمانی ہے، لیکن آہیں صرف یہ ہے کہ ہم سنتے ہیں مگر غور کرتے ہیں، غور کرتے ہیں لیکن بھول جاتے ہیں، اس کو یاد رکھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اگر یاد بھی رکھتے ہیں تو اس پر عمل پیرا ہونے کی زحمت گوارا نہیں کرتے،

قرآن کریم اس لئے آیا تھا کہ ہم اسے پڑھیں، ہم اسے سمجھیں، اسے یاد رکھیں۔ زندگی کا ہر قدم جو شاہراہ حیات پر اٹھے وہ اس کی ہدایت کے عین مطابق ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں،

" ومن اعرض عن ذکری "

غافلِ ذکر کی سزائیں:

جو ہمارے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے تو ہم اس کو دو سزائیں دیتے ہیں ایک سزا اتنی اور دوسری سزا اتنی،

کسی میں قوت ہے کہ ان سزاؤں کو برداشت کر سکے، اگر آپ ان سزاؤں کو برداشت کر سکتے ہیں تو ٹھیک ہے، پھر آپ خدا کی نافرمانی کرتے رہیں اس کی یاد کی شمع کو بجھائے رکھیے اور اس کے ذکر سے روگردانی کیے رکھیے، لیکن یاد رکھیں آپ تو ان سزاؤں کی ہوا بھی برداشت نہیں کر سکتے، اس لیے اپنی طاقت پر نظر رکھتے ہوئے ہمیں اس راستے پہ چلنا ہی نہیں چاہیے جس کی دشواریاں اور جس کا انجام ہمارے لیے ناقابل برداشت ہو، فرمایا

" ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکاً "

جو شخص میری یاد سے منہ موڑتا ہے، میرے ذکر سے منہ موڑتا ہے، ہم زندگی کا جامہ اس پر تنگ کر دیتے ہیں

اِ بے کیف زندگی:

کیوں اے انسان! خدا کے ذکر سے محروم رہتا ہے، میں یہ کام کر لوں میں دوکاندار ہوں یہ گاہک آرہا ہے، میں کیسے دوکان بند کر کے مسجد میں

چلا جاؤں، میں کیسے تسبیح لے کر درود شریف پڑھنے لگ جاؤں ۔ میں کیسے وظیفہ کرتا رہوں ۔ میرے دولت کمانے کا وقت گزر جائے گا ۔

وہ ایسے آدمی جو دنیا کی عزت ، دنیا کی عیش و عشرت کیلئے اپنی ساری کوششیں ساری توانائیاں وقف کرتے ہیں وہ ہی وہ لوگ ہیں جن کو وقت نہیں ملتا خدا کی یاد کا ، خدا کے ذکر کا ۔ اس کے دربار میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہونے کا مقصد ان کا یہ ہوتا ہے کہ ہم صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لیکر صبح تک دولت کمائیں اعلیٰ سے اعلیٰ منصب پر فائز ہوں تاکہ ہم فارغ البالی سے اطمینان کے ساتھ اور مسرت کے ساتھ زندگی گزاریں لیکن مولائے کریم فرماتا ہے

" یہ تمہارا تجربہ درست نہیں ہے ۔ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے کا طریقہ نہیں ہے ۔ اطمینان اور آرام حاصل کرنے کا یہ راستہ نہیں ہے جو تم نے اپنایا ہوا ہے ۔ جن لوگوں نے اس راستے کو اپنایا ہے " فان لہ معیشۃ ضنکا " ۔ اسکو ہم عیش و آرام نہیں دیتے ۔ اس کو ہم اطمینان عطا نہیں کرتے ، اس کو طمانیت نصیب نہیں ہوتی ۔

بلکہ ہم کیا کرتے ہیں اس پر زندگی کا جامہ تنگ کر دیتے ہیں ۔ اس کا دل بے قرار رہتا ہے ، اس کا دل بجھا بجھا رہتا ہے ، اس کی طبیعت افسردہ رہتی ہے ۔ اس کی روح پر سردی چھائی رہتی ہے ، کبھی خوشی کا احساس تک نہیں ہوتا ، اس سے ہم زندگی کی خوشیاں چھین لیا کرتے ہیں ، اس پر زندگی کا جامہ ہم تنگ کر دیا کرتے ہیں ، ہم دیتے ہیں اسکو سب کچھ ہیں لیکن اسکے استعمال سے اس کو محروم کر دیتے ہیں ۔ دولت کے اس کے پاس انبار لگے ہوتے ہیں بنک بھرے ہوتے ہیں اس کی دولت کے اور اس کے پاس انبار لگے ہوتے ہیں بنک بھرے ہوتے ہیں ، اس کی دولت اور اس کے اثاثوں سے ۔ لیکن کوئی چیز نصیب نہیں ہوتی ۔

فرمایا ! جو میری یاد سے اور میرے ذکر سے منہ موڑتا ہے اس دنیا میں تو ہم اس کو سزا دیتے ہیں کہ جس مقصد کے لئے اس نے نماز نہیں پڑھی جس وجہ سے اس نے جماعت کی پابندی نہیں کی ، جس وجہ سے اس نے ذکر الٰہی کی محافل میں شرکت نہ کی ، وہ یہ سمجھ کر اگر میں ادھر وقت صرف کروں گا تو میں دولت نہیں کما سکوں گا ، تجارت کو نہیں چمکا سکوں گا ، میرے کاروبار کو فروغ نصیب نہیں ہوگا ، میرا وقت ضائع ہوگا ، میرا قیمتی گاہک مجھ سے چھن جائے گا اور میں اس کے نفع کمانے سے محروم ہو جاؤں گا ، یہ ہی چند چیزیں ہوا کرتی ہیں جو ہمیں خدا کے ذکر سے محروم کرتی ہیں ، فرماتے ہیں میری یاد کا چراغ بجھا کر خوشی کی چاندنی کسی کو نصیب نہیں ہوتی ،

" ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا ، بڑے سے بڑے واقعات اس آیت کی تصدیق کرتے ہیں اور اس کی قدرت کی شہادت دیتے ہیں ،

فورڈ کی حالت کا واقعہ

فورڈ کی حالت کا واقعہ آپ نے سنا ہوا ہے فورڈ ایک بہت بڑا امریکہ کا صنعت کار ہے جس کے ٹرک بھی ہیں ، بسیں بھی ہیں ، جس کی کاریں بھی ہیں جس کی جیپیں بھی ہیں ، اور دنیا کی ساری سڑکوں پر اس طرح کثرت سے رینگ رہی ہوتی ہیں کہ جس طرح چیونٹیاں رینگ رہی ہوتی ہیں اور اس کی سال کی آمدن یا اس کی مہینے کی آمدن کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ، جس کے لاکھوں ، کروڑوں کی تعداد میں ٹرک گھوں گھوں کر رہے ہیں دنیا بھر کی بسوں پر بسیں رنگ رہی ہیں اور کاریں محو سفر ہیں تو آپ اندازہ لگا لیجیے اس کی آمدن کا کیا حال ہوگا اس کی دولت کا تو ہم اندازہ نہیں لگا سکتے نکلنے اللہ پاک فرماتا ہے

جو میری یاد سے منہ موڑتا ہے ، میں اس کی زندگی کا جامہ اس پر تنگ کر دیتا ہوں ، دولت اس کے پاس بے شمار ہے ، روپیہ اس کے پاس بے حد بے حساب ہے ، تو ثروت کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے ، لیکن مولانے کریم نے سب کچھ دیکر محروم کر دیا ، اسے کوئی چیز ہضم نہیں ہوتی تھی ، سوائے جو گندم کا آٹا ہوتا ہے اسکو چھانتے ہیں اور اس چھان کو آپ اپنی بکری کے لیئے ، اپنی گائے کیلئے ، اپنے جانوروں کے لیئے چارہ بنانے کے لیئے الگ کر دیتے ہیں ،

اس کے حصے میں خدا کی ان گنت نعمتوں میں سے اگر کوئی نعمت تھی تو وہ آپ کا آٹے سے نکلا ہوا چھان تھا ، جسکو آپ کی بکریاں بھی کھانا پسند نہیں کرتے ہیں ، اس کی اسی کیلئے روٹی پکتی تھی اس میں معمولی سا نمک ڈال دیا جاتا تھا ، اس کے بغیر نہ اسے دودھ ہضم ہوتا تھا ، نہ ڈبل روٹی ہضم ہوتی تھی نہ آم کھانا نصیب ہوتا ہے نہ مکھن نصیب ہوتا تھا ، نہ گھی نصیب ہوتا ہے نہ دنیا کی اِن نعمتوں میں سے اسے کوئی چیز نصیب ہوتی تھی ، اس کے حصے میں خدا کی نعمتوں میں سے وہ چیز جس کو آپ ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں ، جس کو ہم اپنی زبان میں " چھانڑے " کہتے ہیں آٹے کا اس کی وہ روٹی پکا کر کھاتا تھا تو اس کا دن گزرتا تھا ، اور کوئی چیز زبان پر لاتا تھا تو اس کی جان پر بن آیا کرتی تھی ،

تو دولت کی فراوانی سے زندگی کی مسرتیں نصیب نہیں ہوتی ، وہ دیتا بھی ہے اور استعمال کرنے سے محروم بھی کر دیتا ہے ، اس سے بڑا بدبخت انسان کون ہو سکتا ہے کہ سب کچھ ہے لیکن دیکھتا رہتا ہے کھا نہیں سکتا استعمال نہیں کر سکتا ، یہ اس کو حسرت بالائے حسرت ہے ایک تو یہ ہو نہ کھا سکے ، ہو بھی نہیں اور کھا سکے نہیں ، اس کے نوکر کھا رہے ہیں ، اس کے مہمان کھا رہے ہیں ، اس کے عزیز رشتہ دار کھا رہے تھے او جس نے کارخانہ بنایا

ہے اس کے حصے میں آ ٹے کا چھان آ گئے تو اس سے بڑی بدقسمتی اور بد نصیبی بھی کوئی ہو سکتی ہے۔ فرمایا یہ سمجھو کر دولت تم زیادہ کما لو گے۔ اگر کسی منصب اعلیٰ پر فائز ہو جاؤ گے، اگر بڑا عہدہ مل جائے گا۔ تو تمہاری زندگی کی آنگن میں خوشیوں کی چاندنی چھٹکنے لگے گی۔ یہ نہیں ہے خوشی اس کو ہوتی ہے جسکو ہم عطا کرتے ہیں۔ راحت اسکو نصیب ہوتی ہے جو ہمیں یاد کرتا ہے اطمینان کا کا چراغ وہاں جلایا جاتا ہے۔ جہاں میرے ذکر کی شمع روشن ہوتی ہے:

"ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا"

جو میری یاد سے منہ موڑتا ہے ہم اس کی زندگی کا جامہ اس پر تنگ کر دیتے ہیں۔ اس کی بے اندازہ نعمتیں جو اس نے ہمیں عطا فرمائی ہیں آپ اندازہ فرمایئے ان نعمتوں میں سے ایک نعمت وہ ہم سے واپس لے لے زندگی کا سارا لطف جاتا ہے۔ بڑی بڑی کوٹھیاں ہوں، بڑی بڑی جہاز نما کاریں ہوں سب کچھ ہو لیکن اگر اولاد نہ ہو تو انسان ان کوٹھیوں کو دیکھ کر جلنے لگتا ہے۔ کہ میں نے بڑی محنت سے بڑی کوشش سے یہ عمارت تیار کی تھی جب کل میرا جنازہ نکل جائے گا تو معلوم نہیں یہاں کون میرے دشمن میرے ترکے آ کر آباد ہوں گے اسکو خوشی ہوتی ہے ان کوٹھیوں کو دیکھ کر یا اس کا دل جلتا ہے؟ تو یہ خوشیاں دولت سے حاصل نہیں ہوتیں یہ اس کے ذکر سے حاصل ہوا کرتی ہیں

تو فرمایا! جو لوگ اس لئے مجھے یاد نہیں کرتے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے، ہمارے پاس فرصت نہیں ہے۔ کیسے کام چھوڑ کر مسجد میں جائیں، کہاں تک مولوی صاحب کا انتظار کرتے رہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھ کر پھر آئیں، ہمارے پاس اتنی فرصت نہیں ہے، اتنے بے کار نہیں ہیں، ہماری تو مصروفیتوں کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں فرصت نہیں ملتی فرمایا تم اس لئے مجھے یاد نہیں کرتے کہ تمہارے پاس دولت کی فراوانی

ہے اور دولت کو فراواں حاصل کرکے تم خوش رہنا چاہتے ہو،

سه این خیال است و محال است و جنوں

خوش وہ ہوتا ہے جسکے پاس روپیوں کے انبار ہوں خوش وہ ہوا کرتا ہے جس کو میں خوش کرتا ہوں، فرمایا

"ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکاً"

ہندوستانی سیٹھ

تو خیر امریکہ والی بات چھوڑیں یہاں ہندوستان میں سیٹھ ہے جس کے یہ جوتے کی کئی فیکٹریاں تھیں، کراچی میں، سکھر میں اور کئی مقامات پر پاکستان بننے کے بعد بھی اس کی کئی سیمنٹ کی فیکٹریاں اور کئی دوسرے کارخانے تھے، اس کی دولت کا کبھی ہم لوگ اندازہ نہیں لگا سکتے تھے لیکن سب کچھ دینے کے بعد اللہ پاک نے اس کے مقدر میں کیا کیا؟ اس کے مقدر میں یہ کیا کہ باجرے کا آٹا اس میں گھی نہیں ڈال سکتا، اس میں وہ مکھن نہیں ملا سکتا، اس میں کوئی اور چیز آمیزش اور ملاوٹ نہیں کر سکتا تھا، پانی میں وہ ڈال کر اسمیں تھوڑا سا نمک ڈال کر آگ پر رکھ کر اسکو سینک دیکر وہ کھاتا تھا تو اس کو ہضم ہوتا تھا اور اگر اس کے علاوہ اور کوئی چیز منہ میں ڈالتا تھا تو اسکو وہ پریشان کر دیتی تھی اور اس کو طرح طرح کی بیماریوں کی آماجگاہ بنا دیتی تھی،

تو دیکر وہ محروم کر دے وہ اس بات پر قادر ہے، ان سے ہم لوگ اچھے ہیں صحت ہے، دودھ پیتے ہیں، گوشت کھاتے ہیں، مرغ کھاتے ہیں، طرح طرح کی نعمتیں ہیں، ان گنت پھل ہیں، ابھی آموں کا موسم ختم ہوا ہے اور نئے پھل آرہے ہیں، جو چیز بھی آتی ہے وہ ہضم ہو جاتی ہے، ہم بہتر ہیں یا وہ غریب بیتی لوگ جنہیں صرف دیکھنے کے لئے اور تڑپانے کے لئے مولائے کریم یہ چیزیں دیتا تو ہے لیکن وہ دیکھ تو سکتے ہیں، ہاتھ نہیں لگا سکتے

منہ میں نہیں ڈال سکتے، تو کون خوش نصیب ہے ہم جیسے غریب لوگ یا وہ دولت مند، جن کو ان کا کھانا نصیب نہیں ہوتا تو فرمایا

"ومن اعرض عن ذکری فان لہٗ معیشۃ ضنکاً"

کیا ہوتا ہے کبھی دولت آجایا کرتی ہے، کاروبار ترقی کرتا ہے، کارخانوں کے کارخانے بنتے جاتے ہیں، اولاد نالائق اور نافرمان ہو جاتی ہے، کبھی وہ شراب کے جرم میں چالان ہو رہی ہے، کبھی ہیروئن سمگل کر رہی ہے اس میں اس کو دھر ا جا رہا تھا، کبھی کسی مصیبت میں مبتلا کیا جا رہا ہے

تو اللہ تبارک وتعالیٰ خود ہی اپنی آفات وبلیاتِ زمین و آسمان سے ہمیں بچائے تو ہم بچ سکتے ہیں ورنہ ہم پر تو ہر طرف سے بلیات کے تیروں کی بارش ہو رہی ہے، جس سے بچنے کی بجز اس کے اور کوئی سبیل نہیں کہ اللہ تبارک وتعالےٰ ہمیں اپنی حفظ وامان میں رکھے تو اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتا ہے!

"ومن اعرض عن ذکری فان لہٗ معیشۃ ضنکاً"

ہم اس کی زندگی کا جامہ اس پر تنگ کر دیتے ہیں، صبح سے شام کرنا اور شام سے صبح کرنا تو اس لئے دوبھر ہو جاتا ہے۔

میدانِ محشر اور نابینا انسان

اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتے ہیں یہ حالت ہوتی ہے جو میری یاد کے چراغ کو بجھا دیتا ہے اس دنیا میں اور حشر کے دن قیامت کے دن اس کی کیا حیثیت ہوگی

"ونحشرھم یوم القیامۃ اعمیٰ" اور قیامت کے دن جب ہم قبروں سے اٹھائیں گے تو ہم اسکو اندھا کر کے اٹھائیں گے جس نے میری یاد کو بھلایا جس نے بھی میرے ذکر کی شمع کو گل کیا جس نے میری طرف سے منہ موڑا، جس نے دنیا کے پیچھے اپنی ساری عمر اکارت کر

دی ، ضائع کر دی ، تو دنیا میں اس کا یہ خیال ہے کہ خوشیاں اس کو نصیب ہی نہیں ہوتیں ، راحت اس کے قریب بھی نہیں آتی ، اطمینان کا اس کو تصور تک بھی نہیں ہو سکتا ، یہ ساری نعمتیں جو ہم اپنے بندوں کو عطا کرتے ہیں ، وہ ان لوگوں کو نصیب نہیں ہوتیں جو میرے ذکر سے منہ موڑتے ہیں یہ تو دنیا کی بات ہے یہاں دنیا کی اچھی ہو یا بری وہ گزر جاتی ہے ، وہ فنا پذیر ہے ، وہ ختم ہو جانے والی ہے ، انسان طرح طرح کی تکلیفوں میں بھی کانٹوں پر لیٹ کر بھی تو اس کو گزار سکتا ہے ۔

بات تو کریں اگلی زندگی کی جس نے کبھی ختم ہونا ہی نہیں ، وہ زندگی جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے ، جس کا کوئی انجام ہی نہیں ، اس زندگی کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ انکو میں کیا سزا دوں گا ۔

" ونحشرہٗ یوم القیامۃ اعمٰی "

جب قیامت کے دن وہ قبر سے اٹھایا جائے گا تو اس کو میں اندھا کر کے اٹھاؤں گا ۔ اس کو میں نابینا کر کے اٹھاؤں گا ۔ اس کے دیکھنے کی قوت سلب کر لی جائے گی ، ہر طرف سے اندھیرا ہی اندھیرا اسے چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہوگا ، کوئی چیز اسے دکھائی نہیں دے گی ، ہاتھ سے ہاتھ نہیں سوجھتا ہوگا ۔

" یقول رب لم حشرتنی اعمٰی وقد کنت بصیراً "

جب اسے کہیں کچھ نظر نہیں آئے گا ، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا ، ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہوگی ، کوئی چیز بھی نظر نہیں آئے گی ، تو وہ آنکھیں ملے گا ، میری تو آنکھیں بڑی خوبصورت تھیں ، میری بینائی تو بڑی تیز تھی ، سب سے پہلے انیسویں کا چاند میں دیکھا کرتا تھا ، آج مجھے کیا ہو گیا ہے ، مجھے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی ہے ، کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی ہے ، تو اللہ تعالےٰ کی جناب میں عرض کرے گا ،

"رب لم حشرتنی اعمٰی"
یا اللہ میری تو اچھی بھلی آنکھیں تھیں، آخر دم تک میری بینائی درست رہی تھی اور مجھے بڑی تیز بینائی تو نے عطا کر دی تھی
"لم حشرتنی اعمٰی"
آج تو نے میری بینائی کیوں سلب کر لی ہے، آج میری دیکھنے والی آنکھوں کو تو نے دیکھنے سے کیوں محروم کر دیا ہے، آج مجھے کیوں نابینا کر کے اٹھایا گیا ہے،
یارب العالمین اس کی کیا حکمت ہے

دوسری سزا

قیامت کے دن پہلی سزا تو یہ ہوگی کہ جب قبر سے اُٹھے گا تو اندھا کر کے اٹھایا جائے گا، کوئی چیز اُسے سجھے گی نہیں، کوئی چیز اُسے نظر نہیں آئے گی، تو وہ پوچھے گا،
"رب لم حشرتنی اعمٰی"، یا اللہ ایسا کیوں ہے؟
آج مجھے کیوں کوئی چیز نظر نہیں آ رہی؟ میری بڑی خوبصورت آنکھیں، میری بڑی تیز بینائی تھی، میں نے تو باریک سے باریک چیز دور سے دیکھ لیتا تھا، میں نے زندگی بھر کبھی عینک استعمال ہی نہیں کی تھی
"لم حشرتنی اعمٰی"، یا اللہ تو نے مجھے کیوں اندھا بنا کر اٹھایا ہے قبر سے، اللہ تعالیٰ اس کا جواب ارشاد فرمائیں گے
"کذالک اتتک ایاتنا فنسیتھا"، اللہ اکبر
وہ دن یاد ہے تجھے جب میری آیتیں پڑھ پڑھ کر تجھے سنائی جاتی تھیں تمہیں سمجھائی جاتی تھیں، ان آیات کے مطابق زندگی اس قالب میں ڈھالنے کی تمہیں تلقین کی جاتی تھی "کذالک اتتک ایاتنا"، میری آیتیں

تیرے پاس آئیں، ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں، ہمارا کلام تجھے پڑھ کر سنایا گیا، تمہیں سمجھایا گیا اور اس کے اسرار بے نقاب کر کے تمہارے سامنے رکھے گئے "فنسیتھا"، اور تم نے ان میں سے کوئی بات بھی یاد نہ رکھی۔

اللہ اکبر! ان میں سے کسی چیز کو تو نے قابل اعتبار نہ سمجھا ہر چیز تو نے بھلا دی، ہر چیز تو نے فراموش کر دی، صرف دنیا کی طلب میں ہی تو ہانپتا کانپتا وقت گزارتا رہا اور زندگی کا اپنا ہر ہر سانس تو نے دولت کمانے میں صرف کر دیا، لیکن میری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں، میرے ذکر کی تجھے دعوت دی جاتی تھی تو نے ان تمام چیزوں کو بھلا دیا، فراموش کر دیا

"وکذالک الیوم تنسٰی"

اس وقت تو نے میری آیتوں کو بھلایا آج میری رحمت نے تجھے فراموش کر دیا اور جس کو خدا کی رحمت فراموش کر دے اس کو کہیں پناہ مل سکتی ہے، اسکی نجات کی کوئی صورت ہو سکتی ہے، اس کے لیے بھی کوئی ایسا مقام ہے جہاں اسے راحت و اطمینان نصیب ہو سکے، تو جو آدمی اللہ تبارک و تعالےٰ کے ذکر سے منہ موڑتے ہیں، دنیا ان کی ایسے گزرتی ہے اور قیامت کے دن ان کا یہ حشر ہوگا، ہم ان کی ظاہری سج دھج کو دیکھتے ہیں ان کی ظاہری برق رفتار کاروں کو اڑتے ہوئے دیکھتے ہیں، ہم ان کی بڑی بڑی کوٹھیوں کو دیکھتے ہیں، ہمارے منہ میں پانی آجایا کرتا ہے، خدا کی قسم! اگر ان کا دل چیر کر دیکھیں تو اس دنیا میں ہی ان کے دلوں میں وہ قیامت برپا ہے کہ سکون نام ہی کی کوئی چیز گویا ان کے حصے میں کبھی آئی نہیں ہے!